تحریر: احمد عرفان

ترجمہ: ادارہ

ویٹیکن اور مسلم دنیا

[ویٹیکن کے بعض حالیہ اقدامات کے پس منظر میں جناب احمد عرفان نے ماہنامہ "امپکٹ انٹرنیشنل" (لندن) بابت مئی ۱۹۹۴ء میں دو حصوں پر مشتمل ایک مضمون لکھا ہے۔ پہلے حصے میں انہوں نے خاندانی نظام، آبادی، ایڈز اور اسقاطِ حمل کے حوالے سے ویٹیکن کے رویوں پر گفتگو کی ہے۔ دوسرے حصے میں بعض مسلم ممالک میں نفاذِ شریعت کی کوششوں کے خلاف ویٹیکن کا رویہ اور عمل زیرِ بحث آیا ہے۔ ذیل میں جریدہ مذکورہ کے شکریے کے ساتھ اُردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ مدیر]

(۱)

خاندانی نظام، آبادی کے مسائل اور ایڈز

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ویٹیکن اس مخمصے کا شکار ہے کہ کس طرح "مسلم دوستی" کا اظہار کرے مگر اُس کی "مسلم دوستی" "اسلام دوستی" نہ ہو۔ ویٹیکن کی خواہش ہے کہ بین الاقوامی سطح پر مضبوط برتھ کنٹرول لابی کے خلاف اس کی جدوجہد میں اسے مسلمانوں کا تعاون حاصل ہو۔ گزشتہ عیدالفطر کے موقع پر مسلمانوں کو مبارک باد دیتے ہوئے ویٹیکن کی طرف سے اس تہوار کے "خاندانی رخ" پر زور دیا گیا اور اس دل دوز "حقیقت" کی طرف اشارہ کیا گیا کہ "شادی پر مبنی خاندانی ادارے کو موضوعِ بحث بنا لیا گیا ہے۔" ویٹیکن کی جانب سے مکالمہ بین المذاہب کے ذمہ دار کارڈینل ارنزے نے اس پس منظر میں سوال کیا ہے کہ "کیا اب بھی مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان تعاون کا موقع نہیں ہے؟"

پوپ خاندان اور خاندانی اقدار کے انحطاط پر بجا طور پر فکر مند ہیں۔ خاندانی نظام کے انحطاط سے جو عمل در عمل کا سلسلہ شروع ہوا ہے، اس سے بدکاری، زنا بالجبر اور دوسرے جنسی جرائم، اسقاطِ حمل اور بچوں کی جانب عدمِ توجہی، ہم جنسی اور ایڈز، شادی شدہ افراد کی باہم علیحدگی اور طلاق، کثرتِ شراب نوشی اور منشیات کی مقبولیت، ریزہ ریزہ خاندانوں اور کرچی کرچی معاشروں نے جنم لیا ہے۔ اس صورتِ حال میں مانعِ حمل ادویہ اور آلات تیار کرنے والی کثیر القومی کمپنیاں ہیں جو بنی نوعِ انسان کی تباہی کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں، بشرطیکہ افزائشِ نسل کا عمل یونہی جاری رہا۔ مالتھس کا نظریہ کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے پیشِ نظر زندگی کے ذرائع کم پڑ جائیں گے، سائنسی اور تجرباتی طور پر کبھی کا غلط ثابت ہو چکا ہے۔ گنجان آباد

مغربی یورپ میں غلے اور مکھن کی پہاڑوں جیسی مقدار ذاتِ خداوندی پر یقین سے عاری اِس پروٹسٹنٹ مفکر کی استعماری پیش گوئی کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

افریقہ میں، جہاں آبادی نسبتاً کم ہے، غُربت اور قحط زدگی ایک بالکل مختلف توجیہ و تشریح کی متقاضی ہے۔ افزائشِ آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل پر سویڈن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں شریک زمبیا کے ایک رکنِ پارلیمان نے شرکاء سے مخاطب ہو کر کہا۔ "زمبیا ایک بہت بڑا ملک ہے، اتنا بڑا کہ اس کا رقبہ برطانیہ سے چھ گنا ہے۔ ہماری آبادی کتنی ہے؟ نوّے لاکھ۔ کتنے لوگ لندن میں رہتے ہیں؟ ایک کروڑ بیس لاکھ۔ صرف ایک شہر کی اتنی آبادی ہے۔ آپ ہمیں مشورہ دے رہے ہیں کہ ہم اپنی آبادی پر کنٹرول کریں، کیونکہ خوراک کم ہے---لیکن ---آپ واقعی سمجھتے ہیں کہ اگر ہماری آبادی مزید کم ہو گئی تو ہم اقتصادی ترقی کر سکیں گے؟" اس سادہ سے سوال کا اگرچہ جزوی مگر واضح، جواب زمبابوے کے نمائندے کی جانب سے آیا۔ انہوں نے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کو موردِ الزام ٹھہرایا کہ یہ ادارہ اُن کے ملک پر اپنا پروگرام مسلّط کر کے اس کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ نے اس پروگرام کو "اقتصادی ڈھانچے میں ردو بدل" کا نام دے رکھا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بنیادی مسئلہ معاشی ترقی کا ہے، آبادی کنٹرول کرنے کا نہیں۔

مسیحی دنیا میں اقلیتی چرچ ہونے کے باعث ویٹیکن اخلاقی بنیاد کے ساتھ ساتھ اس لحاظ سے بھی فکر مند ہے کہ اگر کیتھولک آبادی ضبطِ ولادت کے طریقوں پر عمل کرنے لگی تو اس کی تعداد مزید کم ہو جائے گی۔ خاندانی نظام اور اخلاق کے حوالے سے مسلمانوں کو یکساں فکر مندی ہے۔ وہ بڑی حد تک ضبطِ ولادت کی بے سودگی اور غیر اخلاقیت کے بارے میں وہی نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ اقتصادی ترقی کا اسلامی نظریہ اخلاقی اور مثبت ہے۔

یہودی برادری بھی "نئے خاندانی نظام" کے فراعنہ، جو پوری دنیا کے وسائل اور زندگی پر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں، کے خلاف مشترکہ جنگ میں اہم اتحادی ہو سکتی ہے۔ مزید برآں کیتھولکوں کی طرح یہودی بھی ایک اقلیتی نسلی گروہ ہیں۔ وہ اپنے "چہیتے" گروہ میں دوسروں کو شامل نہیں کرتے۔ اس لیے ان کی یہ خواہش نہیں ہونا چاہیے کہ ضبطِ ولادت اپناتے ہوئے ان کی آبادی مزید کم ہو جائے، تاہم یہودیوں کے سیاسی و معاشی مفادات اس کے برعکس کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہودیوں کی رائے عامہ یکسو نہیں۔ یہودی برادری ضبطِ ولادت کے طریقے اپنانے پر اپنے افراد کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، اور اگر غیر یہودی لوگ ضبطِ ولادت پر عامل ہوں تو انہیں کوئی شکایت نہیں۔

نیویارک میں قائم "اقوام متحدہ کا فنڈ برائے آبادی" (UN Population Fund) ۴ سے ۲۲ اپریل تک تین ہفتوں کی ایک ابتدائی مشاورتی نشست کا اہتمام کر رہا ہے تاکہ ۲۰۶۰ء تک کے لیے آبادی اور اقتصادی ترقی کے حوالے سے بننے والی پالیسی کو آخری شکل دی جا سکے۔ "آبادی کے

نئے نظام" کا یہ خاکہ "آبادی اور اقتصادی ترقی" کے موضوع پر نسبتاً ایک بڑی بین الاقوامی کانفرنس میں پیش کیا جائے گا جو ۵ سے ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴ء تک قاہرہ میں منعقد ہوگی۔ جب "آبادی کے نئے نظام" کی قاہرہ میں توثیق ہو جائے گی تو یہ بات آسان ہو جائے گی کہ اقوام متحدہ کے کسی بھی "نافرمان" رکن ملک کو حکم دیا جائے کہ وہ طے شدہ پالیسی اپنا لے یا "تمام ضروری تادیبی کارروائیوں" کے لیے تیار رہے۔

تاہم یہ صرف پوپ ہی ہیں جنھوں نے آبادی کے اس منصوبے کے خلاف صاف اور واضح نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ حال ہی میں جب "اقوام متحدہ کے فنڈ برائے آبادی" کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر، پاکستان نژاد نفیسہ صادق صاحبہ، نے ان سے ملاقات کی تو جنابِ پوپ نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا کہ منصوبے کے بارے میں بلند بانگ دعووں سے قطع نظر حقیقی ایجنڈا یہ لگتا ہے کہ "مزید مانع حمل ادویہ اور مزید اسقاطِ حمل کے لیے بڑی مقدار میں فنڈ فراہم کیے جائیں گے۔" "یہ بنی نوع انسان کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ زندگی کا تسلسل، خاندان، معاشرے کی مادی و اخلاقی ترقی جیسے بنیادی سوالات گہرے غور و فکر کے متقاضی ہیں۔" جنابِ پوپ نے مزید کہا کہ "یہ رجحان بن گیا ہے کہ بغیر کسی پابندی کے بوقت ضرورت اسقاطِ حمل کے بین الاقوامی مسلّمہ حق کو عام کیا جا رہا ہے اور نازائیدہ بچے کے حقوق کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس سلسلے میں ان حدود کو بھی پھلانگ دیا جاتا ہے جو بدقسمتی سے بعض قوموں کے قانونی نظام میں تسلیم شدہ ہیں۔"

جنابِ پوپ نے مزید بتایا کہ "خاندان جیسے قدرتی، عالمگیر اور بنیادی ادارے میں مداخلت، معاشرے کے استحکام اور بناوٹ کو لازماً نقصان پہنچائے گی۔ یہ ازحد اخلاقی اہمیت کا معاملہ ہے جس کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔" جنابِ پوپ نے زور دے کر کہا "مادام سیکرٹری جنرل! براہ کرم ان اہم سوالوں کی جانب مناسب توجہ دیجیے۔"

آہ! اس "اسلامی" نقطۂ نظر کا اظہار جنابِ پوپ جان پال دوم نے کیا ہے، شیخ الازہر نے نہیں۔ جامعۃ الازہر (قاہرہ) صدیوں سے ایک تاریخی اسلامی ادارے کی حیثیت سے معروف ہے، تاہم جب ستمبر ۱۹۹۴ء میں "اسقاطِ حمل کے منصوبہ ساز" قاہرہ میں جمع ہوں گے تو جامعۃ الازہر کی آواز کوئی بہت زیادہ جان دار نہیں ہوگی۔

اگرچہ آبادی اور آبادی کی منصوبہ بندی کے اخلاقی اور معاشی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ خاندان کی یک جائی اور تقدّس کے سوالات پر اسلام کی پوزیشن بہت واضح ہے، تاہم اس کا سہرا کیتھولک چرچ، کیتھولک ماہرینِ آبادی، ماہرینِ معاشیات اور سائنس دانوں کے سر ہے جنھوں نے "ہر قسم کے ذرائع بشمول اسقاطِ حمل" سے کیے جانے والے ضبطِ ولادت کے حق میں پیش کردہ دلائل کی بے مائیگی واضح کی۔

جب جنابِ پوپ نے اپنے ان خیالات کا اظہار کیا کہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی شعبوں کو

چاہیے کہ بے حقیقت منفی کاموں پر وسائل خرچ کرنے کی جگہ غریبوں کی زندگی بہتر بنانے اور اقتصادی ترقی پر توجہ دیں، تو اس بات کا امکان موجود تھا کہ [ان کی مخالفت ہوگی] چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں کونسلر برائے عالمی امور جناب ٹموتھی ورتھ نے جنابِ پوپ کے خیالات مسترد کر دیے۔ جناب ٹموتھی ورتھ کے خیال میں "ایسی ترقی جسے برقرار رکھا جاسکے، اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خواتین کو مکمل طاقت (Complete Empowerment) نہیں مل جاتی"۔ یعنی انہیں ضبطِ ولادت کے لیے کوئی بھی راستہ حتیٰ کہ اسقاطِ حمل اختیار کرنے کا حق نہیں مل جاتا۔

ویٹیکن نے کوشش کی ہے کہ مسلم دنیا کے "قدامت پسند" اور "ترقی پسند" سب ہی مملکتوں سے اسے تعاون حاصل ہو، مگر زیادہ تر مسلمان مملکتوں کے حکمرانوں کی ذہنی غلامی اور مغرب پر ان کے سیاسی انحصار کے پیشِ نظر "پاپولیشن پالیسی" کی تشکیل میں ان کا کردار سطحی اور بے مایہ رہے گا، کم از کم "پاپولیشن پالیسی" کی مخالفت کے کوئی آثار نہیں۔ جناب ٹموتھی ورتھ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کلنٹن انتظامیہ کے نقطۂ نظر کا اظہار کر رہے ہیں اور بالآخر یہی نقطۂ نظر غالب رہے گا۔

نیویارک دستاویز کے ابتدائی مسودے کو دیکھتے ہوئے، "اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام" (UNDP) کانفرنس میں ویٹیکن کے نمائندے جناب مارٹن کے الفاظ میں "یہ تأثر پیدا ہوتا ہے کہ مربوط اخلاقی نقطۂ نظر پر خاموشی اختیار کی گئی ہے جو بعض صنعتی قوموں کی خصوصیت ہے۔"

جنابِ پوپ نے بہت نرم زبان میں بات کی تھی۔ ان کے نقطۂ نظر میں ایک اہم عنصر رقم کا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۲۰۰۰ء تک اقوامِ متحدہ "غریب قوموں" کے نام پر دی جانے والی رقم میں ۴ گنا اضافہ کر رہی ہے اور ۴ء۴ بلین امریکی ڈالر کی رقم خاندانی منصوبہ بندی اور اسقاطِ حمل کی مہم کے لیے مختص ہوگی۔ اس رقم کا بڑا حصّہ ضبطِ ولادت کی ذمہ دار بیوروکریسی کو موٹا کرنے پر خرچ ہوگا، یا آبادی کے استحکام کی جگہ تیسری دنیا کے سیاست دانوں کو بعض دوسرے مقاصد کے لیے خریدنے میں صرف ہوگا۔

خواتین کو بانجھ بنانے اور اسقاطِ حمل کے لے مختص اس رقم کا شاید کچھ حصہ غریبوں تک بھی پہنچ جائے گا۔ گزشتہ دس برسوں سے شمالی - وسطی ہندوستان کے ضلع پیلی بھیت میں فیملی پلاننگ افسران سرحد پار نیپال سے ۸۰۰ روپے سے ۲۵۰۰ روپے فی کس کے حساب سے ہر سال پانچ ہزار کے لگ بھگ خواتین "خرید" رہے ہیں۔ ان خواتین کو فیملی پلاننگ کے محکمے کی جیپوں میں بھر کر لایا جاتا ہے، افسران کے درمیان بانٹ دی جاتی ہیں اور بانجھ بنا دی جاتی ہیں۔ مزید غیر ملکی یعنی نیپالی خواتین حاصل نہ کرسکنے یا ان پر مزید خرچ نہ کرسکنے کے باعث، یا شاید کارکردگی نہ دکھانے پر انضباطی کارروائی کے خوف سے فیملی پلاننگ افسران حال ہی میں ایک سکول کے بچوں کو اپنے کیمپ میں لے گئے تاکہ

ہدف پورا کیا جاسکے۔

اس امر کا امکان ہے کہ ایشیا اور افریقہ میں زیادہ تر حکومتیں یا ان کے افسران وہ رقم اپنی جیب میں ڈال لیں گے جو انہیں خواتین کو "طاقت فراہم کرنے" (Empowerment) کے لیے مہیا کی گئی ہے، تاکہ وہ اپنی "قوت باروری کو کنٹرول کر سکیں۔" اور اس کی جگہ حکومتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے خواتین کو بانجھ بننے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یہ امر چنداں حیرت انگیز نہیں کہ جب نیویارک میں بیٹھے آبادی کے ماہرین، نصف صدی سے زائد عرصے کے لیے اپنی حکمتِ عملی کو آخری شکل دے رہے تھے، "تبتی خواتین کی انجمن" (Tibetan Women's Association) سے وابستہ تقریباً تین سو خواتین نئی دہلی کی سڑکوں پر تبت میں بالجبر ناقابلِ تولید بنا دیے جانے کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بانجھ عمر کی ۸۰ فیصد خواتین کو زبردستی بانجھ بنا دیا گیا ہے۔

(۲)

مسلمانوں سے دوستی کی خواہش مگر اسلام کے خلاف جنگ

کیتھولک مسیحیت (اور اسی طرح پروٹسٹنٹ مسیحیت اور یہودیت) اور اسلام کے درمیان اس حد تک بنیادی اخلاقی میلان اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ دلائل کی چنداں ضرورت نہیں، لیکن یہ میلان تا حال مکالمہ بین المذاہب کے افلاطونی خول سے باہر نہیں آسکا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مشترک لائحہ عمل طے کیا جائے۔ اس صورت حال کے لیے مسلم دنیا بھی ذمہ دار ہے، لیکن زیادہ بڑا مسئلہ ویٹیکن کو درپیش ہے جو ماضی اور حال کی یورپی طاقتوں کی نوآبادیاتی خواہشات سے اپنے آپ کو الگ نہیں کر سکا۔ ایک دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ ویٹیکن کے Islamologists [مطالعۂ اسلام کے ذمہ دار] جو عرفِ عام میں مستشرقین کے نام سے معروف ہیں، اسلامی معاشرے اور اسلام کی ماہیت کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کے ویٹیکن کے خیال میں جہاں مسلم دنیا سے دوستی رکھنا مفید ہے، وہیں اس بات کی احتیاط ضروری ہے کہ رویّوں میں اسلام دوستی کی کوئی جھلک نہ ہو۔ نوآبادیاتی دُور کو ختم ہوئے مدت ہوئی، مگر ویٹیکن خاموشی کے ساتھ مسلمانوں کی اس خواہش کے خلاف مصروف کار ہے کہ وہ اپنے دین و ضمیر کے مطابق اپنے معاشروں کی تشکیل کریں، اور اپنے حال کو ماضی کے اس دُور سے جوڑ دیں جب ان کی سماجی اور ثقافتی زندگی اسلامی اقدار کے مطابق تھی اور نوآبادیاتی مداخلت سے روایت میں رخنہ پیدا ہو گیا تھا۔

بہت سے ممالک میں ویٹیکن نے مسلم رہنماؤں پر اثر انداز ہو کر سماجی پالیسیوں کو سیکولر رنگ

دینے کی کوشش کی ہے۔ ان سماجی پالیسیوں میں مسلم عائلی قوانین جیسے معاملات بھی شامل ہیں، جنھیں اس وقت بھی نہیں چھیڑا گیا تھا جب نو آبادیاتی دور اپنے پورے عروج پر تھا۔ انجمن اقوام متحدہ کو استعمال کرتے ہوئے خاندانی نظام کو تہس نہس کرنے کی کوشش کے خلاف پوپ نے جس سخت روّیے کا اظہار کیا ہے، یہ بالکل درست ہے، مگر مسلمان ممالک میں کام کرنے والی کیتھولک غیر حکومتی تنظیمیں اور "خیراتی" ایجنسیاں مسیحی تصوّرِ "خدمت" کے مطابق خیراتی کام نہیں کرتیں، جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔

ایک بین الاقوامی مسلم۔ مسیحی مکالماتی کانفرنس کے ماحول پر اس وقت مردنی چھا گئی جب مسلم شرکاء میں سے ایک نے مسلمان ممالک، بالخصوص انڈونیشیا اور سوڈان میں جاری منفی سیاست میں چرچ کی بھرپور شمولیت کا مسئلہ اٹھایا۔ یہ صاحب اپنے مسیحی دوستوں سے توقع رکھتے تھے کہ وہ مسلمان معاشرے میں نفاذِ شریعت کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کریں جب کہ مسلم اکثریت اپنے جمہوری حق کے مطابق شرعی طرزِ زندگی کا انتخاب کرتی ہے۔ فادر مائیکل لے لونگ شیریں زبان اور متحرک شخص ہیں، اور غالباً کیتھولک چرچ میں سب سے نمایاں "ماہرِ اسلام" ہیں۔ انھوں نے آہ بھری، گہرا سانس لیا اور رکتے رکتے کہا "اچھا! اچھا! نفاذِ شریعت سے متعلق یہ سوال اس امر کا متقاضی ہے کہ سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ کیونکہ جو کچھ ہم سن رہے ہیں، اس کے بارے میں بعض اہم سوال پیدا ہوتے ہیں۔"

مائیکل لے لونگ کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ [ویٹیکن کے حلقے میں] اسلام کو سب سے بہتر طور پر سمجھنے والے فاضل ہیں، لیکن اپنے چرچ کے نقطۂ نظر کے بارے میں صاف گوئی سے کام لینے کے بجائے ... کاراستہ اختیار کیا۔ ان کی طرف سے کہا گیا کہ "مسلم اور مسیحی فضلاء کا ایک گروپ مسئلے کا جائزہ لے، چرچ کے خدشات سنے اور گروپ کے فضلاء مشترک یا اپنا اپنا متوازی نقطۂ نظر پیش کریں۔"

اس بات کو دس برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ مسیحی۔ مسلم بین المذاہب مکالمے میں شریک مسلمانوں کو اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں کی خالی خولی خوش گپیوں کے سوا کسی بات میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں۔ اسلامی شریعت پر ان کی جانب سے مسلم نقطۂ نظر کی وضاحت ایسا موضوع بھی نہیں جو فادر مائیکل لے لونگ اور ان کے دوستوں کے لیے مفید مطلب ہو۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ روزمرہ زندگی میں مسلم۔ مسیحی تعلقات ابتری کا شکار ہیں۔

اس "غیر متعین" ربط و تعلق کا تازہ ترین مظہر ویٹیکن انٹیلی جینس چیف کا لیبیا اور تیونس کا دورہ ہے تاکہ افریقہ میں الجزائر سے سوڈان تک "اسلامی بنیاد پرستی کی اُبھرتی ہوئی لہر کے خلاف مخالف قوّتوں کو یک جا کیا جا سکے۔" بہت سے لوگوں کے لیے یہ خبر ہوگئی کہ ویٹیکن کا ایک انٹیلی جینس

چیف بھی ہے، حالانکہ وہ دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات کا ذمہ دار وزیر کہلاتا ہے۔

انٹیلی جینس چیف ۵۱ سالہ محترم جین لویس توران عربی بولتے ہیں اور اطلاعات کے مطابق اپنے مشن کے تحت لیبیا اور تیونس گئے ہیں۔ الجزائر میں نمائندہ پوپ جناب ایڈمنڈ فرحت ان کے ہمراہ تھے۔ طرابلس میں ویٹیکن کے وفد نے کرنل قذافی سے ملاقات کی اور اس ملاقات میں وفد نے لیبیا اور مغربی طاقتوں کے درمیان سلسلہ جنبانی کرنے، نیز لیبیا کے خلاف عائد پابندیاں ختم کرانے میں مدد دینے کی پیشکش کی، بشرطیکہ کرنل قذافی خود سوڈان کے خلاف پابندیاں لگائیں اور اپنے ملک سے گزرنے والے اسلحہ کو روک دیں۔ بظاہر ویٹیکن یا تو اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ ۱۹۸۹ء میں لاکربی (اسکاٹ لینڈ) کی فضا میں پین ایم کا جو جہاز دھماکے سے پھٹ کر تباہ ہو گیا تھا، اس میں لیبیا کا ہاتھ تھا، اور اگر واقعی لیبیا اس حادثے میں ملوّث تھا تو ویٹیکن سوڈان میں اسلامی شریعت کے خلاف اپنی جنگ میں اپنے اس یقین کی قربانی دینے کو تیار ہے۔

تیونس میں محترم جین لویس توران نے صدر بن علی، وزیرِ خارجہ اور مذہبی بیوروکریسی کے سربراہ سے ملاقاتیں کیں۔ مذاکرات کو یہ رنگ دیا گیا کہ "روادار معاشرے" کی تشکیل کے لیے مسلم اور مسیحی دونوں مل جُل کر کام کر رہے ہیں۔ مفروضہ یہ ہے کہ تیونس (اور درحقیقت ہر مسلم معاشرہ) اپنی فطرت کے اعتبار سے "غیر روادار اور متعصب" ہے، اس لیے ایک نئی کوشش کے لیے باہم مل جُل کر کام کرنا چاہیے۔ "تاہم "روادار معاشرے" کے ویٹیکن ماڈل میں اسلامی برادری کے قانون اور دین کے لیے رواداری کی کوئی گنجائش نہیں۔

اگر ایسا مکالمہ بے نتیجہ رہتا ہے اور "خاندانی منصوبہ بندی کے داعی" معاشرتی بناوٹ کو خراب کرنے میں لگے رہتے ہیں تو پوپ کو چاہیے کہ کسی دوسرے کو الزام نہ دیں بلکہ صرف اپنے "ماہرینِ اسلام" اور انٹیلی جینس افسروں کو دوش دیں۔ چرچ کے نظام مراتب میں واقعی کچھ ایسے لوگ ہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو مسیحی بنانے کے لیے پہلے اسلام سے دُور کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے غیر اخلاقی ذرائع استعمال کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ عمل کہانی کے اس کردار کی مانند ہے جس نے دو گڑھے کھودے۔ ایک اپنے لیے اور ایک اپنے ہمسائے کے لیے۔

اگر ویٹیکن اسلام دوستی کی خواہش نہیں رکھتا تو مسلمانوں کا کوئی مطالبہ نہیں کہ اسے "اسلام دوست" ہونا چاہیے، تاہم مسلمان یہ توقع ضرور رکھتے ہیں کہ ویٹیکن انتظامیہ چرچ کے حقیقی بانی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات کی وفادار ہو۔ مسلمانوں کو ویٹیکن کے ساتھ اپنے مکالمے کے بارے میں کسی مخمصے کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اس مسئلے پر قرآن کے احکام بہت واضح ہیں۔ "تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری میں مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں مدد نہ کرو) المائدہ:۲